# فتاویٰ امن پوری (قسط ۳۰۶)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

**سوال**: بدفالی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

**جواب**: کسی چیز سے بدشگونی لینا توحید کے منافی ہے، اسی لیے اسلام میں اس کی سختی سے ممانعت ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا عَدْوٰی وَلَا طِيَرَةَ، وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ .

''نہ چھوت ہے، نہ بدفالی، نہ مردہ کی کھوپڑی سے پرندہ نکلتا ہے اور نہ ماہِ صفر منحوس ہے۔''

(صحيح البخاري : ٥٧٥٧، صحيح مسلم : ٢٢٢٠)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الطِّيَرَةُ شِرْكٌ، الطِّيَرَةُ شِرْكٌ .

''بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے۔''

(سنن أبي داوٗد : ٣٩١٠، سنن التّرمذي : ١٦١٤، سنن ابن ماجه : ٣٥٣٨، وسنده حسنٌ)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''حسن صحیح''، امام ابن حبان رحمہ اللہ (٦١٢٢) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ (٤٤) نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

اس شرک سے مراد شرک اصغر ہے، لیکن اگر کسی چیز کو نفع و نقصان کا ماخذ قرار دے دیا

جائے ،تو یہ شرک اکبر بن جائے گا۔

❀ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''بدفالی اسے ہی نقصان دیتی ہے، جو اس سے ڈرتا ہے اور جو اس کی پرواہ نہیں کرتا، اسے کچھ بھی نقصان نہیں دیتی ،خصوصاً اگر آدمی ایسی چیز کو دیکھے یا سنے جس سے لوگ بدفالی لیتے ہیں، تو اسے کہنا چاہیے : اے اللہ! نفع ونقصان تیرے ہی اختیار میں ہے، تیرے علاوہ کوئی الہ نہیں، بھلائی لانے اور برائی لے جانے والا تو ہی ہے، برائی سے بچنے اور بھلائی حاصل کرنے کی طاقت تیرے ہی پاس ہے۔

بدفالی شرک کی ایک قسم ہے اور شیطان کا وسوسہ وڈراوا ہے، جو اس کی طرف دھیان دیتا اور غور کرتا ہے، اس کے لیے خطرناک ہو جاتی ہے اور جو شخص اس کی طرف توجہ نہیں کرتا اور سوچتا بھی نہیں، اس سے دور اور ختم ہو جاتی ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ جو اس پر دھیان دیتا ہے، اس کی طرف سیلاب کے ریلے سے بھی تیز آتی ہے اور اس کو نظر آنے اور سننے والی ہر چیز میں وسوسے ڈالتی ہے، پھر شیطان اس کے لیے قریب وبعید کی اور لفظی ومعنوی تاویلیں کرتا ہے، جس سے اس کی زندگی تنگ اور دین فاسد ہو جاتا ہے، بدفالی والا شخص درماندہ دل، پراگندہ باطن، بدحال اور بداخلاق ہوتا ہے، ہر نظر آنے اور سننے والی چیز اسے ڈرا کر رکھ دیتی ہے، سب سے ڈرپوک، تنگ عیش اور بد دل ہوتا ہے، لایعنی چیزوں پر بہت توجہ دیتا ہے، یہ کتنی ہی خوش نصیبیاں اپنے اوپر حرام کر لیتا ہے، کتنی ہی نعمتوں سے رُک جاتا ہے اور کتنے فوائد سے محروم ہو جاتا ہے۔''

(مِفتاح دار السَّعادة : ۲/۲۳۰۔۲۳۱)

انہی خرابیوں کے پیش نظر نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو اس سے روک دیا، تاکہ ان کے دل مطمئن اور ان کی روحیں پر سکون رہیں، وہ اکیلے اللہ کی توحید پر کاربند ہیں، جس کی خاطر اس نے رسول بھیجے، کتابیں نازل کیں اور زمین و آسمان کا نظام قائم کیا۔

**سوال**: کیا روز قیامت نامہ اعمال پر مبنی صحائف پیش کیے جائیں گے؟

**جواب**: روز قیامت انسانوں اور جنات کے اعمال کا حساب کتاب ہوگا، ہر ایک کا نامہ اعمال، جو صحیفوں میں لکھا ہوا ہوگا، پیش کیا جائے گا۔ کسی کو نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور کسی کو بائیں ہاتھ میں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَكُلَّ إِنْسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنْشُورًا، اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا﴾

(بني إسرائيل : ۱۳۔۱۴)

''ہم نے ہر انسان کا (تقدیر میں لکھا ہوا) نصیب اس کے ساتھ لازم کر دیا ہے اور ہم روز قیامت اس کی کتاب نکالیں گے اور اسے اس کے سامنے کھول کر رکھ دیں گے۔ (اور کہا جائے گا) اپنی کتاب کو پڑھو، آج تمہارے حساب کتاب کے لیے تم خود ہی کافی ہو۔''

روز قیامت پہلے نامہ اعمال دائیں یا بائیں ہاتھ میں تھمایا جائے گا، پھر حساب و کتاب کا مرحلہ آئے گا۔

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهٗ بِيَمِينِهٖ، فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيرًا، وَيَنْقَلِبُ إِلٰى أَهْلِهٖ مَسْرُورًا، وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهٗ وَرَاءَ ظَهْرِهٖ، فَسَوْفَ يَدْعُو ثُبُورًا، وَيَصْلٰى سَعِيرًا، إِنَّهٗ كَانَ فِي أَهْلِهٖ مَسْرُورًا، إِنَّهٗ ظَنَّ أَنْ لَّنْ يَّحُورَ، بَلٰى إِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيرًا﴾(الإنشقاق : ۷۔۱۵)

''جسے اس کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا گیا، تو بہت جلد اس کا آسان سا حساب لیا جائے گا اور وہ اپنے گھر (جنت) کی طرف خوشی خوشی لوٹ جائے گا۔ جسے اس کا نامہ اعمال (بائیں ہاتھ میں) پیٹھ کے پیچھے سے دیا گیا، وہ بہت جلد موت کی تمنا کرے گا اور جہنم میں داخل ہوگا، یہ (دنیا میں) اپنے گھر میں بہت خوش تھا اور سمجھتا تھا کہ وہ ہرگز (ہمارے پاس) لوٹ کر نہیں آئے گا، کیوں نہیں! بلاشبہ اس کا رب اسے ہمیشہ سے دیکھ رہا ہے۔''

(سوال): کیا قبر میں روح لوٹائی جاتی ہے؟

(جواب): اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے کہ سوال و جواب کے وقت روح قبر میں لوٹ آتی ہے۔ اس کے بعد اپنے اپنے مقام پر چلی جاتی ہے۔

۞ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ سَائِرَ الْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ الْمُتَوَاتِرَةِ تَدُلُّ عَلٰى عَوْدِ الرُّوحِ إِلَى الْبَدَنِ.

''(قبر میں) روح بدن میں لوٹ آتی ہے، اس پر کئی متواتر صحیح احادیث دلالت کناں ہیں۔''

(مجموع الفتاویٰ: 5/446)

❀ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثُمَّ تُعَادُ فِيهِ الرُّوحُ .

''پھر اس بدن میں روح لوٹا دی جاتی ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 287/4، سنن أبي داود : 4753، 4754، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

''حاصل کلام یہ ہے کہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ عذاب قبر ثابت ہے، جیسا کہ ہم نے ذکر کر دیا ہے، لیکن خوارج، اکثر معتزلہ اور بعض مرجیہ اس کا انکار کرتے ہیں۔ اہل سنت کے نزدیک اسی جسم میں یا جسم کے کسی حصے میں روح لوٹائی جاتی ہے، پھر اسے عذاب دیا جاتا ہے۔...... اس بارے میں ایک گروہ نے مخالفت کی ہے، ان کا کہنا ہے: عذاب کے لیے روح نہیں لوٹائی جاتی۔ ہمارے اصحاب نے جواب دیا کہ یہ بات فاسد ہے، کیونکہ تکلیف اور احساس زندہ کو ہوتا ہے۔ ہمارے اصحاب کہتے ہیں: میت کا ٹکڑے ٹکڑے ہونا یا درندے کا کھا جانا یا مچھلیوں کا لقمہ بن جانا، عذاب قبر کے لیے مانع نہیں ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ اسے محشر کے لیے جمع کر لے گا، اللہ اس پر قادر بھی ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ اس کے ایک جز یا زیادہ اجزا میں زندگی ڈال سکتا ہے، اگرچہ اسے درندے یا مچھلی نے نگل لیا ہو۔ اگر کوئی کہے کہ ہم میت کو قبر میں اسی حالت پر دیکھتے ہیں، تو اس سے سوال وجواب، اسے بٹھایا جانا اور لوہے کے ہتھوڑوں سے مارا جانا، یہ سب کیسے ہوتا ہے؟ نیز اس کے جسم پر کوئی نشان بھی ظاہر نہیں ہوتا۔ تو جواب یہ ہے کہ یہ سب ناممکن نہیں ہے، بلکہ اس کی مثال

ہماری دنیاوی زندگی میں بھی ہے کہ سویا ہوا شخص لذت، تکالیف محسوس کرتا ہے، لیکن (پاس بیٹھے) ہمیں اس کا کچھ احساس نہیں ہوتا۔ اسی طرح ایک بیدار آدمی کچھ سن کر یا کچھ سوچ کر لذت یا تکلیف محسوس کرتا ہے، لیکن پاس بیٹھے شخص کو اس کا احساس نہیں ہوتا۔ اسی طرح جبریل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے، وحی کی خبر دیتے تھے، لیکن پاس حاضر صحابہ کو اس کا علم تک نہ ہوتا تھا، یہ تمام باتیں بالکل واضح ہیں۔''

(شرح النّووي : 201/17)

۞ حافظ سہیلی رحمہ اللہ (۵۸۱ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الرُّوحَ يُعَادُ إِلَى الْجَسَدِ أَوْ إِلَى بَعْضِ الْجَسَدِ عِنْدَ الْمُسَاءَ لَةِ، وَهُوَ قَوْلُ الْأَكْثَرِينَ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ .

''سوال وجواب کے وقت روح جسم میں یا جسم کے کسی حصہ میں لوٹا دی جاتی ہے، اکثر اہل سنت اسی کے قائل ہیں۔''

(الرّوض الأنف : 175/5)

۞ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

تُرَدُّ الرُّوحُ إِلَى الْمَيِّتِ عِنْدَ سُؤَالِ مُنْكَرٍ وَنَكِيرٍ .

''منکر ونکیر کے سوال کے وقت میت میں روح لوٹا دی جاتی ہے۔''

(كشف المُشكل :148/1)

۞ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا رَدُّ الرُّوحِ إِلَيْهِ فِي الْبَرْزَخِ لِلسُّؤَالِ فَرَدٌّ عَارِضٌ لَا يَتَّصِلُ بِهٖ

حَيَاةً بَعْدَ حَيَاةٍ ثَالِثَةٌ فَلَا مُعَارَضَةَ بَيْنَ الْحَدِيثِ وَالْقُرْآنِ بِوَجْهٍ مِّنَ الْوُجُوهِ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيقُ .

''رہا قبر میں سوال وجواب کے وقت روح کا جسم میں لوٹنا، تو یہ عارضی لوٹنا ہے، اس سے دو زندگیوں کے بعد تیسری زندگی ثابت نہیں ہوتی، لہٰذا (اس مسئلہ میں) قرآن اور حدیث کے مابین کسی بھی اعتبار سے کوئی تعارض نہیں، وباللہ التوفیق۔''

(تهذيب السّنن : 430/2)

❁ علامہ شاطبی رحمہ اللہ (۷۹۰ھ) فرماتے ہیں:

لَا بُعْدَ وَلَا نَكِيرَ فِي كَوْنِ الْمَيِّتِ يُعَذَّبُ بِرَدِّ الرُّوحِ إِلَيْهِ عَارِيَةً .

''یہ کوئی بعید اور قابل اعتراض بات نہیں کہ میت میں وقتی طور پر روح لوٹائی جاتی ہے اور اسے عذاب دیا جاتا ہے۔''

(الاعتصام : 842/2)

❁ علامہ ابن ابی العز رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ تَّوَاتَرَتِ الْأَخْبَارُ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثُبُوتِ عَذَابِ الْقَبْرِ وَنَعِيمِهٖ لِمَنْ كَانَ لِذٰلِكَ أَهْلًا، وَسُؤَالِ الْمَلَكَيْنِ، فَيَجِبُ اعْتِقَادُ ثُبُوتِ ذٰلِكَ وَالْإِيمَانُ بِهٖ، وَلَا يَتَكَلَّمُ فِي كَيْفِيَّتِهٖ، إِذْ لَيْسَ لِلْعَقْلِ وُقُوفٌ عَلٰى كَيْفِيَّتِهٖ، لِكَوْنِهٖ لَا عَهْدَ لَهٗ بِهٖ فِي هٰذِهِ الدَّارِ، وَالشَّرْعُ لَا يَأْتِي بِمَا تُحِيلُهُ الْعُقُولُ، وَلٰكِنَّهٗ قَدْ يَأْتِي بِمَا تَحَارُ فِيهِ الْعُقُولُ : فَإِنَّ عَوْدَ الرُّوحِ إِلَى الْجَسَدِ

لَيْسَ عَلَى الْوَجْهِ الْمَعْهُودِ فِي الدُّنْيَا، بَلْ تُعَادُ الرُّوحُ إِلَيْهِ إِعَادَةً غَيْرَ الْإِعَادَةِ الْمَأْلُوفَةِ فِي الدُّنْيَا .

''قبر میں عذاب وثواب اور فرشتوں کے سوال و جواب کے ثبوت پر متواتر احادیث موجود ہیں۔ انہیں ثابت سمجھنا اور ایمان لانا واجب ہے۔ اس کی کیفیت نہیں پوچھی جائے گی۔ عقل اس کے ادراک سے قاصر ہے، کیوں کہ یہ عقل کے دائرہ کار سے باہر ہے۔ شریعت کا کوئی حکم خلاف عقل نہیں، لیکن شریعت بعض ایسی چیزیں ضرور بیان کرتی ہے، جن سے عقل حیران ہو جاتی ہے۔ قبر میں روح لوٹائے جانے کی کیفیت دنیا جیسی نہیں، بلکہ اس کی اپنی ایک خاص ہیئت ہے۔''

(شرح العقیدة الطّحاویة، ص 399)

❁ علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ طَوَائِفُ مِنَ السَّلَفِ كَثِيرَةٌ أَنَّهُ لَا يُسْأَلُ فِي قَبْرِهٖ إِلَّا بَعْدَ إِعَادَةِ الرُّوحِ إِلٰى جَسَدِهٖ، كَمَا جَاءَ ذٰلِكَ مُصَرَّحًا بِهٖ فِي حَدِيثِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''سلف کی بڑی جماعتوں نے کہا ہے کہ میت کے جسم میں روح لوٹنے کے بعد ہی اسے قبر میں سوال وجواب ہوتے ہیں، جیسا کہ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں صراحت ہے۔''

(تفسیر ابن رجب: 99/2)

❁ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

''ابن جریر اور کرامیہ کے ایک گروہ نے اس سے استدلال کیا ہے کہ قبر میں سوال صرف بدن سے ہوگا۔ اللہ اس میں ادراک پیدا کر دے گا، جس سے وہ سنے گا، جانے گا، محسوس کرے گا، تکلیف محسوس کرے گا، پریشان ہوگا۔ ابن حزم اور ابن ہبیرہ کہتے ہیں کہ عذاب صرف روح کو ہوگا، وہ بدن کی طرف نہیں لوٹے گی، جمہور ان کی مخالفت کرتے ہیں۔ جمہور کہتے ہیں کہ روح بدن کی طرف لوٹائی جائے گی، یا بدن کے بعض حصے کی طرف لوٹائی جائے گی۔ اگر صرف روح سے معاملات ہوتے تو بدن کی اختصاصی حیثیت کوئی نہ تھی۔ پھر یہ کہنے کی بھی ضرورت نہیں تھی کہ اس کے اجزاء ملائے جائیں گے اور اللہ اس پر قدرت رکھتا ہے۔''

(فتح الباري: 235/3)

❀ نیز فرماتے ہیں:

يُرَادُ بِالْحَيَاةِ فِي الْقَبْرِ لِلْمَسْأَلَةِ لَيْسَتِ الْحَيَاةَ الْمُسْتَقِرَّةَ الْمَعْهُودَةَ فِي الدُّنْيَا الَّتِي تَقُومُ فِيهَا الرُّوحُ بِالْبَدَنِ وَتَدْبِيرِهٖ وَتَصَرُّفِهٖ وَتَحْتَاجُ إِلٰى مَا يَحْتَاجُ إِلَيْهِ الْأَحْيَاءُ بَلْ هِيَ مُجَرَّدُ إِعَادَةٍ لِفَائِدَةِ الْاِمْتِحَانِ الَّذِي وَرَدَتْ بِهِ الْأَحَادِيثُ الصَّحِيحَةُ فَهِيَ إِعَادَةٌ عَارِضَةٌ كَمَا حَيِيَ خَلْقٌ لِكَثِيرٍ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ لِمَسْأَلَتِهِمْ لَهُمْ عَنْ أَشْيَاءَ ثُمَّ عَادُوا مَوْتٰى .

''(میت کا) قبر میں سوال وجواب کے لیے زندہ ہونے سے مستقل دنیوی زندگی مراد نہیں کہ جس میں روح بذات خود بدن کے ساتھ ملی ہوتی ہے اور

تدبیر وتصرف ہوتا ہے، جن چیزوں کی زندہ کو حاجت ہوتی ہے، اسے بھی ہوتی ہے۔ بلکہ (قبر کی زندگی میں) روح کا لوٹنا صرف امتحان (سوال وجواب) کے لیے ہوتا ہے، جیسا کہ صحیح احادیث میں وارد ہے۔ یہ روح کا لوٹنا عارضی ہوتا ہے، جیسا کہ کئی (فوت شدہ) افراد انبیائے کرام علیہم السلام کے لیے زندہ کیے گئے، انبیا نے ان سے مختلف چیزوں کی بابت سوال کیا، پھر وہ دوبارہ مردہ ہو گئے۔''

(فتح الباري : 241/3)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) ایک حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الْمَيِّتَ تَعُودُ إِلَيْهِ رُوحُهٗ لِأَجْلِ السُّؤَالِ، وَإِنَّهٗ لَيَسْمَعُ صَوْتَ نِعَالِ الْأَحْيَاءِ، وَهُوَ فِي السُّؤَالِ.

''اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ میت کی روح اس سے (منکر ونکیر کے) سوال کے لیے لوٹائی جاتی ہے اور میت سوال کے وقت زندہ لوگوں کے جوتوں کی آواز سنتی ہے۔''

(شرح أبي داوٗد : 188/6)

❁ علامہ عبیداللہ مبارکپوری رحمہ اللہ (۱۴۱۴ھ) فرماتے ہیں:

رَدُّ الرُّوحِ إِلَى الْبَدَنِ فِي الْبَرْزَخِ لَا يَسْتَلْزِمُ الْحَيَاةَ الْمَعْهُودَةَ.

''قبر میں روح کا بدن میں لوٹنے سے دنیوی زندگی لازم نہیں آتی۔''

(مِرعاة المَفاتيح : 271/3)

**سوال**: کیا امام بخاری رحمہ اللہ نے مؤمل بن اسماعیل کو ''منکر الحدیث'' کہا ہے؟

**جواب**: امام بخاری رحمہ اللہ سے مؤمل بن اسماعیل کو ''منکر الحدیث'' کہنا ثابت نہیں۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (میزان الاعتدال:۴/ ۲۲۸) نے سب سے پہلے یہ قول امام بخاری رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ بعد والے ان سے نقل در نقل کرتے رہے، کسی نے استدراک نہیں کیا، واللہ اعلم!

**سوال**: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ عبداللہ بن قاسم مولیٰ ابی بکر سے مروی ہے:

بَيْنَمَا النَّاسُ يُصَلُّونَ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ خَرَجَ عَلَيْهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ : أَقْبِلُوا عَلَيَّ بِوُجُوهِكُمْ، أُصَلِّي بِكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي كَانَ يُصَلِّي وَيَأْمُرُ بِهَا، فَقَامَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى حَاذٰى بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ، وَكَبَّرَ، ثُمَّ غَضَّ بَصَرَهٗ، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى حَاذٰى بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ وَكَبَّرَ ثُمَّ رَكَعَ، وَكَذٰلِكَ حِينَ رَفَعَ، وَقَالَ لِلْقَوْمِ : هٰكَذَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِنَا .

''ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ لوگ مسجد نبوی میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے اور فرمایا: میری طرف متوجہ ہوں، میں آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز پڑھ کر دکھاتا ہوں، وہ نماز کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے اور اس طرح پڑھنے کا حکم فرماتے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رو بہ قبلہ کھڑے ہوئے، کندھوں کے برابر رفع الیدین کیا، اللہ اکبر کہا، پھر نظر جھکا

لی، پھر کندھوں تک رفع الیدین کیا، اللہ اکبر کہا اور رکوع کیا، پھر رکوع سے سر اٹھاتے وقت بھی ایسا ہی کیا۔ (نماز کے بعد) لوگوں سے فرمایا: ہمیں رسول اللہ ﷺ اسی طرح نماز پڑھایا کرتے تھے۔''

(الخَلافيات للبَيهقي : 345/2)

**جواب**: سند ضعیف ہے۔

① عبد اللہ بن قاسم مولیٰ ابی بکر مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات: ۵/۴۶'' میں ذکر کیا ہے۔

❁ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے ''مجہول'' کہا ہے۔

(حجّة الوَداع، ص551)

❁ حافظ ابن القطان رحمہ اللہ نے ''مجہول'' کہا ہے۔

(تهذيب التّهذيب لابن حَجَر : 359/5)

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لَمْ يُعْرَفْ مِنْ حَالِهِ أَيْضًا بِشَيْءٍ .

''یہ بالکل غیر معروف ہے۔''

(نصب الرّاية :416/1)

② سلیمان بن کیسان ابو عیسیٰ خراسانی بھی مجہول الحال ہے، اسے صرف ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات: ۶/۳۹۲'' میں ذکر کیا ہے۔

❁ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے ''مجہول'' کہا ہے۔

(حجّة الوَداع، ص551)

❁ حافظ ابن القطان فاسی رحمہ اللہ نے ''مجہول'' کہا ہے۔

(بيان الوهم والإيهام : 451/3)

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لَمْ يُعْرَفْ مِنْ حَالِهٖ بِشَيْءٍ .

''یہ بالکل غیر معروف ہے۔''

(نصب الرّاية :416/1)

③ عبداللہ بن قاسم کا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں۔

**سوال**: توحید حاکمیت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

**جواب**: یہ بدعی اصطلاح ہے۔ اہل سنت والجماعت توحید کی تین اقسام بیان کرتے ہیں؛ ① توحید ربوبیت ② توحید اُلوہیت ③ توحید الاسماء والصفات

❁ کبار سعودی علما کا فتوی ہے:

جَعْلُ الْحَاكِمِيَّةِ نَوْعًا مُسْتَقِلًّا مِنْ أَنْوَاعِ التَّوْحِيدِ عَمَلٌ مُحْدَثٌ، لَمْ يَقُلْ بِهٖ أَحَدٌ مِنَ الْأَئِمَّةِ فِيمَا نَعْلَمُ .

''حاکمیت کو توحید کی اقسام میں مستقل قسم بنانا بدعی عمل ہے، ہمارے علم کے مطابق ائمہ میں کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔''

(فتاوى اللجنة الدّائمة :376/1)

❁ علامہ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ (۱۴۲۱ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ ضَالٌّ وَجَاهِلٌ؛ لِأَنَّ تَوْحِيدَ الْحَاكِمِيَّةِ هُوَ تَوْحِيدُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَالْحَاكِمُ هُوَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ، فَإِذَا قُلْتَ : اَلتَّوْحِيدُ ثَلَاثَةُ أَنْوَاعٍ كَمَا قَالَهُ الْعُلَمَاءُ، تَوْحِيدُ الرُّبُوبِيَّةِ فَإِنَّ تَوْحِيدَ

الْحَاكِمِيَّةِ دَاخِلٌ فِي تَوْحِيدِ الرُّبُوبِيَّةِ؛ لِأَنَّ تَوْحِيدَ الرُّبُوبِيَّةِ هُوَ تَوْحِيدُ الْحُكْمِ وَالْخَلْقِ وَالتَّدْبِيرِ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَهٰذَا قَوْلٌ مُحْدَثٌ مُنْكَرٌ.

''یہ شخص (جو توحید حاکمیت کی بات کرتا ہے،) گمراہ اور جاہل ہے، کیونکہ توحید حاکمیت اللہ کی توحید ہی کو کہتے ہیں، کیونکہ حاکم اللہ عزوجل ہے، لہٰذا جب آپ کہیں کہ توحید کی تین اقسام ہیں، جیسا کہ علماء نے ذکر کیا ہے، تو توحید حاکمیت بھی توحید ربوبیت میں داخل ہوگی، کیونکہ توحید ربوبیت یہ ہے کہ اللہ عزوجل کو حکم، خلق اور تدبیر میں یکتا ماننا۔ لہٰذا (توحید حاکمیت کے قائل کی) یہ بات بدعی اور منکر ہے۔''

(لقاء الباب المَفتوح : 150)

پاکستان میں توحید حاکمیت کا نعرہ بلند کرنے والے توحید الاسماء والصفات میں گمراہ ہیں، یہ نعرہ اہل سنت والجماعت کا نہیں ہے، بلکہ اس فکر کے حاملین کے نزدیک عقائد واعمال اساس اور بنیاد ہی نہیں۔ جو ان کے اس نظریہ سے متفق ہو، اس کے عقائد واعمال جیسے بھی ہوں، وہ اس کی تحسین کرتے ہیں۔

معاشرے میں اسلام کو غالب اور نافذ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے ہر شخص اپنے وجود پر اسلام نافذ کرے، پھر اپنے زیر کفالت افراد کو تربیت کے ساتھ اسلامی تعلیمات سے روشناس کرے، پھر معاشرے میں دعوت دے، نتیجتاً ایک اسلامی معاشرہ وجود میں آئے گا، پھر حاکم وقت اپنی ذمہ داریاں ادا کرے، فلاح عامہ اور غلبہ اسلام کے لیے اقدامات کرے۔

(سوال): کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو صوت وحروف سے تکلم کیا؟

(جواب): اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو صوت وحروف سے کلام کیا ہے، اللہ تعالیٰ کا کلام سنا گیا۔ اس پر اہل سنت والجماعت کا اجماع واتفاق ہے۔

❁ سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْكُمْ أَحَدٌ إِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تُرْجُمَانٌ .

''عنقریب ہر ایک سے اس کا رب کلام کرے گا، اس کے اور رب کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا۔''

(صحيح البخاري : 7512، صحيح مسلم : 1016)

❁ امام ابوالولید طیالسی رحمہ اللہ (۲۲۷ھ) فرماتے ہیں:

الْقُرْآنُ كَلَامُ اللّٰهِ، لَيْسَ بِبَائِنٍ مِنَ اللّٰهِ .

''قرآن اللہ کا کلام ہے، اس سے جدا نہیں۔''

(مسائل أبي داود : 1717)

اس قول کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جو اس سے جدا ہو اور مخلوق کے ساتھ قائم ہو، بلکہ یہ کلام صوت وحروف پر مشتمل ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہے۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

مَسْأَلَةُ الْكَلَامِ حَيَّرَتْ عُقُولَ الْأَنَامِ .

''کلام الٰہی کے مسئلہ نے گمراہوں کی عقلوں کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔''

(مَجموع الفتاویٰ : 12/113)

معتزلہ، اشاعرہ اور ان کے ہم نوا کلام الٰہی کے مسئلہ میں گمراہ ہو گئے اور عقیدہ اہل

سنت سے منحرف ہو گئے، کبھی کہتے ہیں کہ یہ کلام نفسی ہے، کبھی کلام کا اثبات کرتے ہیں اور صوت وحروف کا انکار کرتے ہیں۔

ان کے مقابلہ میں اہل سنت والجماعت اس مسئلہ میں اتفاق اور اجماع پر قائم ہیں، ان میں کوئی اختلاف یا حیران وپریشانی نہیں۔ وہ قرآن کو اللہ تعالیٰ کا حقیقی کلام مانتے ہیں، جسے اس نے صوت وحروف سے کلام کیا ہے، جبریل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت تک۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْأَئِمَّةَ وَالسَّلَفَ اتَّفَقُوا عَلٰى أَنَّ الْقُرْآنَ كَلَامُ اللّٰهِ غَيْرُ مَخْلُوقٍ، بَلْ هُوَ الَّذِي تَكَلَّمَ بِهِ بِقُدْرَتِهِ وَمَشِيئَتِهِ، لَمْ يَقُلْ أَحَدٌ مِنْهُمْ: إِنَّهُ مَخْلُوقٌ، وَلَا إِنَّهُ قَدِيمٌ.

''ائمہ اور سلف اُمت کا اتفاق ہے کہ قرآن کلام اللہ ہے، مخلوق نہیں، یہ وہی کلام ہے، جس اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور مشیئت سے کلام کیا، کسی امام نے اسے مخلوق یا قدیم نہیں کہا۔''

(منهاج السّنة : 416/5)

❁ نیز فرماتے ہیں:

اِسْتَفَاضَتِ الْآثَارُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ أَئِمَّةِ السُّنَّةِ أَنَّهُ سُبْحَانَهُ يُنَادِي بِصَوْتٍ، نَادٰى مُوسٰى وَيُنَادِي عِبَادَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَوْتٍ وَيَتَكَلَّمُ بِالْوَحْيِ

بِصَوْتٍ وَلَمْ يُنْقَلُ عَنْ أَحَدٍ مِنَ السَّلَفِ أَنَّهُ قَالَ : إنَّ اللّٰهَ يَتَكَلَّمُ بِلَا صَوْتٍ أَوْ بِلَا حَرْفٍ وَلَا أَنَّهُ أَنْكَرَ أَنْ يَتكَلَّمَ اللّٰهُ بِصَوْتٍ أَوْ بِحَرْفٍ .

''نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور بعد والے ائمہ اہل سنت سے روایات مشہور ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ آواز کے ساتھ صدا لگاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ندا لگائی، نیز اللہ تعالیٰ روز قیامت اپنے بندوں کو آواز کے ساتھ ندا لگائے گا۔ اللہ تعالیٰ وحی کو آواز کے ساتھ کلام کرتا ہے، سلف میں سے کسی سے منقول نہیں کہ اس نے کہا ہو: اللہ تعالیٰ بغیر صوت یا حروف کے کلام کرتا ہے، یہ بھی سلف میں سے کسی سے منقول نہیں کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے صوت وحروف سے تکلم کرنے کا انکار کیا ہو۔''

(مجموع الفتاوی: 304/12)

❁ نیز فرماتے ہیں:

مِنَ الْإِيمَانِ بِاللّٰهِ وَكُتُبِهِ؛ الْإِيمَانُ بِأَنَّ الْقُرْآنَ كَلَامُ اللّٰهِ مُنَزَّلٌ غَيْرُ مَخْلُوقٍ مِنْهُ بَدَأَ وَإِلَيْهِ يَعُودُ؛ وَأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى تَكَلَّمَ بِهِ حَقِيقَةً وَأَنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ الَّذِي أَنْزَلَهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ كَلَامُ اللّٰهِ حَقِيقَةً لَا كَلَامُ غَيْرِهِ؛ وَلَا يَجُوزُ إطْلَاقُ الْقَوْلِ بِأَنَّهُ حِكَايَةٌ عَنْ كَلَامِ اللّٰهِ أَوْ عِبَارَةٌ عَنْهُ بَلْ إذَا قَرَأَهُ النَّاسُ أَوْ كَتَبُوهُ بِذٰلِكَ فِي الْمَصَاحِفِ، لَمْ يَخْرُجْ بِذٰلِكَ

عَنْ أَنْ يَكُونَ كَلَامَ اللّٰهِ تَعَالٰى حَقِيقَةً فَإِنَّ الْكَلَامَ إِنَّمَا يُضَافُ حَقِيقَةً إِلٰى مَنْ قَالَهٗ مُبْتَدِئًا لَا إِلٰى مَنْ قَالَهٗ مُبَلِّغًا مُؤَدِّيًا، وَهُوَ كَلَامُ اللّٰهِ؛ حُرُوفُهٗ وَمَعَانِيهِ؛ لَيْسَ كَلَامُ اللّٰهِ الْحُرُوفَ دُونَ الْمَعَانِي وَلَا الْمَعَانِيَ دُونَ الْحُرُوفِ.

''اللہ اور اس کی کتب پر ایمان لانے میں سے ہے کہ اس بات پر ایمان لایا جائے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ کلام ہے، مخلوق نہیں ہے، اس کی ابتدا اللہ سے ہوئی اور اسی کی طرف لوٹ جائے گا، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو حقیقت میں کلام کیا، یہ قرآن، جسے اللہ تعالیٰ نے محمد کریم ﷺ نازل کیا، یہ اللہ تعالیٰ کا حقیقی کلام ہے، نہ کہ کسی دوسرے کا۔ یہ کہنا جائز نہیں کہ قرآن اللہ تعالیٰ کے کلام کی حکایت ہے یا اس کے کلام کی تعبیر ہے۔ بلکہ جب اسے لوگ پڑھتے ہیں یا مصحف میں لکھتے ہیں، تب بھی یہ اللہ تعالیٰ کے حقیقی کلام ہونے سے خارج نہیں ہوتا، کیونکہ کلام کو حقیقت میں اسی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، جس نے اسے سب سے پہلے تکلم کیا ہو، نہ کہ اس شخص کی طرف، جس نے اسے حکایت کے طور پر تکلم کیا ہو۔ کلام اللہ حروف و معانی دونوں کا نام ہے، کلام اللہ صرف حروف یا صرف معانی کا نام نہیں۔''

(مجموع الفتاویٰ: 144/3)

❁ علامہ زرقانی رحمہ اللہ (۱۳۶۷ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أُسِفَ بَعْضُ النَّاسِ فَزَعَمَ أَنَّ جِبْرِيلَ كَانَ يَنْزِلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعَانِي الْقُرْآنِ وَالرَّسُولُ يُعَبِّرُ عَنْهَا

بِلُغَةِ الْعَرَبِ، وَزَعَمَ آخَرُونَ أَنَّ اللَّفْظَ لِجِبْرِيلَ وَأَنَّ اللّٰهَ كَانَ يُوحِي إِلَيْهِ الْمَعْنٰى فَقَطْ وَكِلَاهُمَا قَوْلٌ بَاطِلٌ أَثِيمٌ مُصَادِمٌ لِصَرِيحِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَالْإِجْمَاعِ وَلَا يُسَاوِي قِيمَةَ الْمِدَادِ الَّذِي يُكْتَبُ بِهٖ، وَعَقِيدَتِي أَنَّهٗ مَدْسُوسٌ عَلَى الْمُسْلِمِينَ فِي كُتُبِهِمْ، وَإِلَّا فَكَيْفَ يَكُونُ الْقُرْآنُ حِينَئِذٍ مُعْجِزًا وَاللَّفْظُ لِمُحَمَّدٍ أَوْ لِجِبْرِيلَ؟ ثُمَّ كَيْفَ تَصِحُّ نِسْبَتُهٗ إِلَى اللّٰهِ وَاللَّفْظُ لَيْسَ لِلّٰهِ؟ مَعَ أَنَّ اللّٰهَ يَقُولُ : ﴿حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ﴾ إِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا يَطُولُ بِنَا تَفْصِيلُهٗ، وَالْحَقُّ أَنَّهٗ لَيْسَ لِجِبْرِيلَ فِي هٰذَا الْقُرْآنِ سِوٰى حِكَايَتِهٖ لِلرَّسُولِ وَإِيحَائِهٖ إِلَيْهِ وَلَيْسَ لِلرَّسُولِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا الْقُرْآنِ سِوٰى وَعْيِهٖ وَحِفْظِهٖ ثُمَّ حِكَايَتِهٖ وَتَبْلِيغِهٖ ثُمَّ بَيَانِهٖ وَتَفْسِيرِهٖ ثُمَّ تَطْبِيقِهٖ وَتَنْفِيذِهٖ .

''ایک شخص پر افسوس ہوا، اس کا کہنا تھا کہ جبریل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کے معانی لے کر نازل ہوتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تعبیر لغت عرب سے کر دیتے تھے۔ کچھ دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ لفظ جبریل علیہ السلام کے ہیں اور اللہ تعالیٰ جبریل کی طرف صرف معنیٰ کو وحی کرتا تھا۔ یہ دونوں قول باطل، گناہ اور کتاب وسنت اور اجماع کے مخالف ہیں، جس سیاہی سے یہ کچھ لکھا گیا ہے، اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کتابوں میں مسلمانوں کے (عقائد کے) بارے میں سازش کی گئی ہے۔ ورنہ اگر قرآن کے الفاظ محمد

کریم ﷺ یا جبریل علیہ السلام کے ہیں، تو قرآن معجزہ کیسے ہوسکتا ہے؟ نیز اگر الفاظ اللہ تعالیٰ کے نہیں ہیں، تو ان کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کیسے کی جاسکتی ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا کلام کہا ہے۔ اس پر تفصیلی بحث ذکر کی جاسکتی ہے۔ حق بات یہ ہے کہ قرآن کے حوالہ سے جبریل علیہ السلام کی ذمہ داری صرف یہ تھی کہ اسے رسول اللہ ﷺ کو حکایت کرتے تھے اور وحی کرتے تھے اور ہمارے نبی اور رسول علیہ السلام کی ذمہ داری یہ تھی کہ وہ اس قرآن کو محفوظ کرتے، اسے یاد کرتے، پھر اسے دوسرے تک پہنچاتے، پھر اس کی وضاحت اور تفسیر کرتے، پھر اس پر عمل کرتے اور اسے نافذ کرتے تھے۔''

(مَناھل العرفان :49/1)